بصائر و عبر

یکساں قومی نصابِ تعلیم اور چند گزارشات!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و سلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس کی تشریح، تبیین، تفصیل اور وضاحت فرمائی، جس کا نام حدیث اور سنت ہے۔ مفسرین، محدثین، فقہائے کرام اور علمائے اُمت نے قرآن وسنت کے سمندر میں غوطہ زن ہوکر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیت واستعداد کے موافق اس سے کئی اور علوم اخذ کیے، جو آج تک باغِ اسلام کی رونق اور حریمِ اسلام کی علامت بنے ہوئے ہیں۔ حدیث اور سنت کی حفاظت کے لیے محدثینِ کرام نے جس باریک بینی اور دقتِ نظر سے کام لیا ہے، جتنی محنت، محبت، عقیدت اور کاوش سے علمِ حدیث کو آئندہ نسلوں تک پہنچایا اور اس کو محفوظ کیا وہ پوری انسانی تاریخ کا ایک منفرد، عجیب وغریب اور بے مثال کارنامہ ہے۔ خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت کو علمی اور عملی طور پر محفوظ کرنے اور باقی رکھنے میں اہلِ اسلام نے جو شاندار کردار ادا کیا، دوسری قومیں اور مذاہب اس کی مثال لانے سے قاصر ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس اپنا دین ومذہب ثابت کرنے کے لیے آج کوئی ٹھوس ثبوت اور دلیل موجود نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم آج کوئی بات اپنے نبی اور اپنی کتاب سے سند اور دلیل سے ثابت نہیں کرسکتے۔ بجائے اس کے کہ کھلے دل سے اس کا اعتراف کرکے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیتے اور دینِ اسلام جو آج تک چودہ صدیوں سے محفوظ چلا آرہا ہے اس کو مان لیتے،

اُلٹا ان کے آباء واجداد دینِ اسلام کو مشکوک بنانے کے لیے کبھی قرآن کریم پر، کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، کبھی آپ کے صحابہؓ پر، کبھی راویانِ حدیث پر اور کبھی سنت اور حدیث کی حجیت پر شکوک وشبہات کی آندھی اور طوفان اُٹھا کر اسلام کے صاف شفاف چہرے کو بدنما اور داغدار کرنے کی کوششیں کرتے رہے اور آج ان کی معنوی اولاد بھی مختلف حیلے بہانوں اور حربوں سے دینِ اسلام، دینی اقدار اور قرآن وسنت کی تعلیمات کو دھندلانے اور مٹانے کے لیے وہی کام کررہی ہے جو ان کے مغربی آقا و پیشوا کرتے رہے۔

اسلام کے خلاف معاندانہ کوششوں اور کاوشوں کا سلسلہ آج کا نہیں، بلکہ روزِ اول سے برابر چلا آرہا ہے، جو سوا چودہ سو سال سے آج تک کبھی منقطع نہیں ہوا۔ ملحدین اور اعدائے اسلام اپنے دلوں کے بغض وعناد اور درونِ خانہ دہکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہر اس چیز کی عمارت کو منہدم کرنا چاہتے ہیں جو اسلام سے تعلق رکھتی ہو، خواہ وہ قرآن کریم ہو، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ہر اُس ہستی کی شکل وصورت کو بگاڑ کر پیش کرنا چاہتے ہیں جس نے اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہے، خواہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت یا سنت کے حاملین مجتہدین ہوں یا محدثین اور ہر زمانہ کے علمائے کرام اور ان کے قائم کیے گئے مدارسِ دینیہ۔

آج جتنے بھی جدیدیت زدہ لوگ ہیں وہ سب کے سب انہی کی روحانی اولاد اور ان کے گماشتے ہیں، جن کی کوشش یہ ہے کہ یہ دینِ اسلام مٹ جائے اور مسلمان بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح محض اپنے توہُّمات اور خود ساختہ باتوں پر عمل کریں اور قرآن وسنت کی صورت میں ان کے پاس جو علمی سرمایہ اور ماخذ موجود ہے، وہ سب کا سب ختم اور ملیامیٹ ہوجائے، اسی لیے وہ آئے روز مدارس کے نصاب کی تبدیلی کا مطالبہ کرتے آرہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر ایسی شاندار حکومتیں کیں کہ اس وقت کی سپر پاور قیصر وکسریٰ کی حکومتیں ان کے زیرِنگیں آگئیں۔ اس کے بعد مسلمانوں نے برِصغیر پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے، اس وقت اُن کا نصاب قرآن وسنت کے مطابق تھا، حکمران، سپہ سالار، معاشی ماہرین، طبی ماہرین، جج، انتظامیہ سب اسی نصاب سے فیض یافتہ تھے۔

انگریز نے جب برِصغیر پر تسلط کیا، مسلمانوں پر بہت زیادہ مظالم برپا کیے، خصوصاً اٹھارہ سو ستاون کی جنگِ آزادی کے بعد اس نے مسلمانوں کے نصابِ تعلیم کو ختم کرکے لارڈ میکالے کا مرتب کردہ نظامِ تعلیم مسلط کیا، جس سے ان کا مقصود ایسے لوگوں کو تیار کرنا تھا جو رنگ ونسل کے اعتبار سے ہندی ہوں، لیکن فکر وسوچ کے اعتبار سے فرنگی ہوں اور جو اُن کے دفتروں میں غلام رہ کر ان کی نوکری بجالاسکیں۔ انگریز کے تسلُّط سے پہلے ذریعۂ تعلیم، حکومتی اور دفتری زبانیں عربی، فارسی اور اردو تھیں، انگریز نے ان

زبانوں کو بند کر کے ذریعۂ تعلیم اور دفتری زبان انگریزی مقرر کر دی، جس سے تعلیم یافتہ مسلمان ناخواندہ شمار کیے گئے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے دوسری طرف علمائے کرام نے اپنی مدد آپ کے تحت مسلمانوں کے دین وایمان اور اپنے علمی سرمایہ قرآن وسنت کی حفاظت کے لیے مدارس کا سلسلہ شروع کیا جو الحمدللہ! آج تک اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب رہا۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ہماری اشرافیہ، بیوروکریسی اور مقتدر قوتوں کا ذہن اس طرح بنا دیا گیا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بات یا کوئی طور طریقہ جو اہلِ مغرب سے منسوب ہو، وہ چاہے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ تو قابلِ قبول ہے، لیکن جو بات مسلمانوں سے نسبت رکھتی ہو اور قرآن وسنت سے منسوب ہو، وہ چاہے کتنا ہی واضح، بامقصد، فائدہ منداور روزِ روشن کی طرح عیاں ہو، اس کا انکار کر دیا جائے اور اُسے قبول نہ کیا جائے۔

اسی لیے قیامِ پاکستان کے بعد سے ہی مدارس کے خلاف سازشیں شروع ہوگئی تھیں، سب سے پہلے فیلڈ مارشل ایوب خان نے دینی مدارس کی آزاد دینی حیثیت کو خراب اور متأثر کرنے کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے ملحد کو آگے کیا، جس نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے نام سے اسلام کی بیخ کنی کی اور اسلامی معاشرہ کے خوبصورت نظام کو تہہ وبالا کرنے کی کوشش کی، جس کا اس وقت کے اکابر علمائے کرام نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، جس کی بنا پر وہ اپنے ناپاک عزائم میں ناکام ونامراد ہو کر اپنے آقاؤں کے پاس جا پہنچا۔

اس کے بعد صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے باقاعدہ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے عنوان سے دینی مدارس کے ساتھ ’’ہمدردی‘‘ کا اعلان کیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد ’’قومی کمیٹی برائے دینی مدارس‘‘ کے جال میں دینی مدارس کو پھانسنے کی کوشش کی، لیکن اس وقت کے علماء کرام کی دوراندیشی تھی، انہوں نے اعلان کیا کہ اپنے دینی اداروں کو چلانے کے لیے گورنمنٹ سے کسی قسم کی گرانٹ یا امداد نہ لی جائے، بلکہ آزاد حیثیت میں رہ کر اور عام مسلمانوں کی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات سے اپنے اداروں کو چلایا جائے۔ الحمدللہ! علمائے کرام کے اس بروقت اقدام کی بنا پر مدارسِ دینیہ حکومت کے دست برد سے بچ گئے۔ اس کے بعد پرویز مشرف کے دور میں دینی مدارس کو بہت ہی زیادہ نشانے پر رکھا گیا اور مدارس کو کنٹرول کرنے کے لیے ’’ماڈل دینی مدارس‘‘ کے عنوان سے آرڈی نینس بھی جاری کیا گیا، جس کے ماتحت ماڈل دینی مدارس بنائے گئے اور اب تحریکِ انصاف کی گورنمنٹ اس پورے پاکستان میں یکساں نصابِ تعلیم کے عنوان سے نیا جال لے کر آ گئی ہے۔ اور مدارس کو اس جال میں پھانسنے کے لیے معاہدات وغیرہ بھی کر رہی ہے۔

الغرض حکومت اور مقتدر قوتوں کا بیرونی دباؤ کی بنا پر برابر ایک ہی اصرار ہے کہ کسی طرح دینی مدارس کا نظام اور نصاب ختم کیا جائے اور ان کو گورنمنٹ کے ماتحت لایا جائے اور پھر مدارس کا وہ حال کیا

جائے جو آج گورنمنٹ اسکولز و کالجوں کا ہے۔ یہ کوئی ہوائی بات نہیں، بلکہ اس سلسلے میں روزنامہ جنگ کراچی ۲۸/اپریل ۲۰۰۰ء میں ممتاز عالمی جریدہ ''ڈیفنس اینڈ فارن افیئر اسٹیٹجک پالیسی'' کے حوالہ سے ایک غیر مسلم صحافی ''گریگری آرکو پلے'' کا مضمون بعنوان ''پاکستان مشرف کے دور میں'' چھپا تھا، وہ مضمون تو طویل ہے، لیکن اس میں ایک بات تو یہ لکھی تھی کہ: ''فوجی حکومت میں اس بارہ میں اتفاقِ رائے پیدا ہو رہا ہے کہ ان مدرسوں کے مسئلے سے کیسے نمٹا جائے؟ اس بات پر عمومی اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ وہ ''غیر سود مند اور خطرناک'' ہیں اور دوسری بات یہ لکھی ہے کہ مدرسوں سے نمٹنے کا عمل ایسے مضامین پڑھانے پر زور دینے سے شروع ہوگا جن مضامین کے پڑھنے سے بچوں میں حصولِ روزگار کی اہلیت ولیاقت پیدا ہوگی..... حکومت اس بات پر زور دے گی کہ مدرسوں کے بنیادی نصاب میں مفید تربیت اور روایتی مضامین کو بھی شامل کیا جائے۔

اب تحریکِ انصاف کی حکومت نے ''اتحاد تنظیماتِ مدارسِ دینیہ'' کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا اور اس کے تحت حکومت اور ''اتحاد تنظیماتِ مدارسِ دینیہ'' کی مشاورت سے ایک نصاب مرتب کرنے کا معاہدہ ہوا، حکومت نے اس معاہدہ سے انحراف کرتے ہوئے یک طرفہ نصاب مرتب کیا اور وہ نصاب دو این جی اوز کی معاونت، مشاورت اور ان کی خواہشات کے مطابق بنایا، جس کا ماہرِ تعلیم پروفیسر ملک محمد حسین نے تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: حال ہی میں مرکزی وزارتِ تعلیم نے پرائمری جماعتوں کے مجوزہ نصاب کا مسودہ جاری کیا ہے۔...... نصابی تجاویز میں تعلیمی اقدار یعنی ویلیو ایجوکیشن (Value Education) کے نام سے ایک علیحدہ نصابی کتابچہ دیا گیا ہے اور اس کی تفصیلات پہلی سے بارہویں جماعت تک دی گئی ہیں۔ حقیقتاً ویلیو ایجوکیشن کا یہ کتابچہ حکومت کی نصابی پالیسی کی بنیاد ہے۔ اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ مجوزہ ویلیوز (Value) سارے نصاب اور سارے مضامین میں اساسی فکر کے طور پر نصابی تعلیم میں پھیلی ہوں گی اور یہی اقدار طلبہ کی شخصیت کا حصہ بنائی جائیں گی۔

.... ویلیو ایجوکیشن کی تفصیلات دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نصاب کی تشکیل ہیومنزم (Humanism) کے فلسفے کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ ویلیو ایجوکیشن میں جن ویلیوز کو طلبہ کی شخصیت اور ان کی فکر و خیال میں جاگزیں کرنے کا عزم کیا گیا ہے، وہ روٹ ویلیوز یا اساسی اقدار حسب ذیل ہیں:

1.Compassion and Care

2.Integrity and Honesty

3.Responsible Citizenship

آگے لکھا ہے کہ: